افکار و تاثرات

قارئین ــــــــــــــــــــ

بروہی جیسے لوگوں کی اسلام پسندی جو عربی زبان و ادب پر اس کے محاورہ اور اسلوب اور فصاحت و بلاغت کے اصول و نکات کے ساتھ پوری طرح عبور نہ رکھتا ہو اور جس نے تفسیر حدیث اور فقہ کی امہات الکتب معتبر اساتذہ سے باقاعدہ نہ پڑھی ہوں۔ وہ اسلام پر، اسلامی نظریۂ حیات پر (یہ بھی اسلامی علوم کے جاہلوں کی ایجاد ہوا افسوس ہے کہ یہ سراسر بیرونی غیر اسلامی اصطلاح ایڈیالوجی علماء کی زبان سے بھی سننے میں آتی ہے۔) اور بالخصوص اسلامی قانون پر بولنے کا حق نہیں رکھتا۔ پاکستان میں اسلام کی خیر اسی میں ہے کہ اس اصول پر سختی سے اصرار کیا جائے۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ جب کوئی اسلامی علوم کا جاہل جدید تعلیم یافتہ (دیکھیے از "زائران حریم مغرب") ماہر تعلیم یا ماہر قانون اسلام کی منقبت بیان کرتا ہے تو علماء اُسے "تحسین ناشناس" قرار دینے کی بجائے اس کے تعاون کے طالب ہو جاتے ہیں۔ جب اسلامی علوم کے جاہل کو یہ درجہ مل جاتا ہے کہ علماء اس کے تعاون کے طالب ہوں تو وہ بے ظرفت یا کم ظرف، جلد یا بدیر دنیاوی حشمت و ثروت کا سہارا لے کر علوم عربیہ اسلامیہ کی تحقیر کرتا ہے۔ اور علماء کو بے دخل کر کے خود اسلام کا دعویدار بنتا ہے۔ اگر بروہی صاحب کا اصلی روپ آج دکھائی دیا ہے۔ تو علماء کی سادگی اور تواضع نے ان کو یہ جرأت دلائی ہے۔ اس قماش کے لوگوں کا شروع ہی سے جب وہ اسلام کی ثنا خوانی شروع کرتے ہیں۔ (اور علماء اس سے خوش ہوتے ہیں) مقصد یہی ہوتا ہے کہ علوم عربیہ اسلامیہ کی ضرورت سے انکار کریں اور ان کے مقابلہ میں علوم عصریہ کی فوقیت جتائیں۔ من جہل شیئاً عاداہ۔ ایسے لوگوں سے تعاون کی توقع ہی عبث ہے ــــــــ

شریعت کے مسائل میں علوم عربیہ اسلامیہ کے جاہلوں کے تعاون کے کیا معنی؟ زیادہ سے زیادہ علماء شرعی قانون کی تدوین میں جدید تعلیم یافتہ اصحاب سے ویسا ہی کام لے سکتے ہیں، جیسا کہ ایک انجینئر جاہل معماروں سے لیتا ہے، ایک ڈاکٹر نرسوں سے لیتا ہے، ایک طبیب عطار سے لیتا ہے۔

اس سے بہتر مثال یہ ہے کہ موجودہ جمہوری نظام میں مجالس قانون ساز قانون پر بحث کرتی اور اسکی منظوری دیتی ہیں۔ قانون کی تدوین کا کام حکومت کی وزارت قانون میں انجام پاتا ہے۔ وزارت قانون میں کیسے ہی ماہر ہوں انہیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ مجالس قانون ساز کے ممبروں کو نااہل قرار دے کر خود قانون سازی کا منصب سنبھال لیں۔ قانون سازی عوام کے منتخب نمائندوں کا حق ہے جو عوام کی مصلحت ونقصان کو سمجھتے ہیں۔ وزارت قانون کی حیثیت ایک درزی کی ہوتی ہے جو آرڈر کے مطابق کپڑے سیتا ہے۔ اگر کسی گستاخ درزی کو سر چڑھایا جائے تو نتیجہ یہی ہوگا کہ پائجامہ کی بجائے پتلون سی کر رکھ دے گا۔ اور کہے گا کہ آپ کو دنیا کی خبر نہیں، آج کا فیشن یہی ہے۔ بس ذرا پائجامہ کو عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق بنا دیا ہے۔

ایسے ہی ایوب خاں نے ایک عربی اسلامی علوم کے جاہل معاند کو اسلام کا پرمٹ اور اسلامی ریسرچ کا ٹھیکہ دیا۔ اسلامی ریسرچ کا ٹھیکہ تو زیادہ دن نہ چل سکا، لیکن اسلام کا پرمٹ برقرار رہا۔ انہوں نے اعلان کر دیا کہ اسلامی ریسرچ کا عربی اسلامی علوم سے کوئی تعلق نہیں، چنانچہ ان کی بجائے اسلامی نظریہ حیات کو رواج دیا اور ایک عربی سے معریٰ اسلامیات ایجاد کی۔ سیاسی حکمت عملی دیکھئے کہ ایک مفتی کے کاندھے پہ بندوق رکھ کر عربی اسلامی علوم کو نشانہ بنایا گیا اور ایک مفتی سے عربی اسلامی علوم کی قبر پہ فاتحہ پڑھوایا گیا۔ آگے چل کر انہوں نے یہ زہر اگلا کہ اگر عربی فارسی ترکی تینوں زبانوں کے اسلامی لٹریچر کو ایک پلڑے میں رکھا جائے اور صرف اردو کے اسلامی لٹریچر کو دوسرے پلڑے میں رکھا جائے۔ تو اردو کا پلڑا بھاری رہے گا۔ یہ جہل نہ تھا، بلکہ عربی اسلامی علوم کو غیر ضروری قرار دینے کی سوچی سمجھی سازش تھی۔ ایک طرف یہ سازش تھی اور دوسری طرف وہی اسلام کی تحسین ناشناس" جس سے علماء خوش ہوتے رہے اور سازش کامیاب ہوتی رہی۔

عربی اسلامی علوم کے جاہلوں کو "اسلامی شخصیت" کا خطاب دینے کا کاروبار کھلم کھلا اور بڑے پیمانہ پہ جماعت اسلامی کرتی رہی ہے۔ افسوس کہ اس جماعت نے عربی اسلامی علوم کے احیاء اور فروغ کے لئے ذرہ برابر کچھ نہ کیا اور بالخصوص جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو یہ تاثر دیا کہ امیر جماعت کی اردو نگارشات تمام عربی اسلامی علوم سے مستغنی کر دیتی ہیں اور ان پر گزارہ کرنے والا پوری ڈھٹائی کیساتھ اسلام کی اجارہ داری کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ خوب ہوا کہ تفہیم القرآن کے ختم کے موقع پہ انہی عربی اسلامی علوم کے جاہلوں نے مل کر تقریظ تبریک کی رسم ادا کی۔

دوسری طرف وہ نام نہاد علماء میں جو بڑی بڑی دستاریں باندھتے ہیں۔ حالانکہ ان کی کبھی دستاربندی